مروجہ جاگیر دارانہ نظام کا تاریخی ارتقاء اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تقابلی جائزہ

A comparative study of the evolution of prevalent feudal system in the light of Islamic Teachings

* ڈاکٹر مفتی عبدالرزاق

** ڈاکٹر محمد عاطف اقبال

Abstract:

Islamic theory of possession is explicit .It is different from the contemporary feudal system. Islam does not believe in any tribe, nation and ancestry. Islam negates the concept of lordship and slavery. The history of Islam tells us that Muhammad (PBUH) awarded the property to the companion but it was a special gift and his purpose was not to rule. The purpose of feudal system is to land a certain class for political purpose. The Islamic concept of possession is different from feudal system. It is not correct to say that Islam allows the contemporary feudal system

---

فیوڈل ازم کا لفظ لاطینی زبان کے "فیوڈال (Feodalis) " سے نکلا ہے۔فرانسیسی میں آکر یہ "فیوڈالتے (Feadalite) " ہو گیا اور پھر یہاں سے یہ یورپ کی دوسری زبانوں میں گیا۔ (۱) جاننا چاہیے کہ عصرِ حاضر میں جاگیر دارانہ نظام کو درست ثابت کرنے کے لیے مختلف تاویلیں و مختلف دلائل دے کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں، کہ اسلام جاگیر دارانہ نظام کی اجازت دیتا ہے، اور اسلام میں اقطاع کی اجازت ہے، حضور اکرم ﷺ نے متعدد صحابہ کرام کو جاگیریں عطا فرمائیں، اور پھر عالم اسلام میں بھی خلافتِ عثمانیہ اور مغل شہنشاہی کے بعض ادوار میں یہ جاگیر دارانہ نظام رہا وغیرہ وغیرہ۔ ان سوالوں کی اصل حقیقت کیا ہے ؟ اسکی وضاحت آگے کی جائیگی۔ ابھی ہم بات کرینگے کہ یہ نظام کس طرح وجود میں آیا؟ یہ نظام کہاں کہاں رہا؟ پھر اس کا زوال کس طرح آیا؟ اور اب عصرِ حاضر میں اس نظام کا کیا کردار ہے ؟

---

* لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ غازی یونیورسٹی ڈیرہ غازی خان۔

** ڈاکٹر محمد عاطف آفتاب، ریسرچ سکالر شعبہ اصول الدین جامعہ کراچی۔

یورپی فیوڈل ازم! :

یورپ میں فیوڈل ازم رومی سلطنت کے زوال اور جرمن قبائل کی فتوحات کے نتیجے میں پیدا ہوا۔ اگرچہ اس نظام کی خرابیاں اس فوجی نظام میں موجود تھیں جو کہ رومیوں کے دور میں قائم تھا جب یہ پرانا نظام ٹوٹا تو اس کی وجہ سے پیداواری رشتوں نے پیداواری ذرائع کے لئے فیوڈل ازم کے نظام کی تشکیل کی۔ واضح رہے کہ اس نظام کا ارتقاء آہستہ آہستہ ہوا۔ جاگیردارانہ نظام یورپ کے قرونِ وسطیٰ کا ایک نظام تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ یورپ پر ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ جس میں یورپ کے بیشتر ممالک کو جنگوں کا واسطہ پیش آتا تھا۔ کبھی انگلستان و فرانس کی آپس میں معرکہ آرائی ہوئیں۔ تو کبھی اٹلی اور اسکے اتحادی ممالک کی جرمنی سے زور آزمائی ہوئیں۔ [۲] جن ادوار میں ان ممالک کی آپس میں جنگیں ہوا کرتی تھیں اس دور میں اسلام ایک بڑی طاقت بن کر اُبھر رہا تھا۔ تو مسلمانوں کے ساتھ بھی ان یورپین ممالک کی جنگیں چلتی رہتی تھیں۔ بلا تعطل جنگوں کی وجہ سے یورپین ممالک کی معاشی حالت بہت نازک ہو چکی تھی۔ چونکہ اس دور میں جنگوں کے فنون میں ترقی کا آغاز تھا اس لیے جنگ کے مصارف بھی اسی حساب سے بڑھتے جارہے تھے ایک ایک فوجی پر بڑا خرچ آتا تھا اور ان فوجیوں کی تنخواہ بھی زیادہ ہوا کرتی تھیں۔ اس لیے جنگوں کا خرچہ برداشت کرنا ان یورپین ممالک کے لیے آسان نہ رہا تھا۔ تو اس صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لیے اس نظام کو وجود میں لایا گیا جس کو جاگیردارانہ نظام کہتے ہیں۔

تو اب یہ جاگیردارانہ نظام جو ظاہر ہے ضرورت کے تحت وجود میں لایا گیا اس کے جواز کے لیے ایک فلسفہ بھی گھڑ لیا گیا۔ وہ فلسفہ یہ تھا کہ حاکم و محکوم کا رشتہ زمین سے وابستہ ہے جو زمین کا مالک ہے وہ حاکم ہے اور جو زمین کو استعمال کر رہا ہے وہ محکوم۔ [۳]

اس فلسفہ کے مطابق چونکہ ساری زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو اللہ تعالیٰ حاکم ہے۔ اب یہ زمین بادشاہ کو دی گئی تو بادشاہ اللہ تعالیٰ کا محکوم ہے۔ پھر بادشاہ کسی جاگیردار کو زمین دے تو وہ بادشاہ کا محکوم ہے۔ پھر جاگیردار کاشتکار کو زمین دے تو وہ جاگیردار کا محکوم ہے۔

غرض جب یہ نظام وجود میں لایا گیا تو ابتداء سے ہی ان یورپین ممالک میں یہ صورتحال رہی کہ بادشاہ جب کسی جاگیردار کو زمین دیتا تو اس زمین کے دینے پر بادشاہ جاگیرداروں سے معاہدہ کرتا کہ جاگیردار مجھے اتنا خراج دے گا، جب جنگ ہو گی تو اتنے فوجی دے گا وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ بادشاہ کے اس معاہدے کے تحت جاگیردار کو خراج اور جب جنگ کی صورتحال پیش آتی تو فوجی دینے پڑتے۔ بادشاہ ایک دفعہ جاگیرداروں کو زمین دے کر فارغ ہو گیا اب اس کا واسطہ فقط زمین کے خراج اور دشمنوں سے لڑنے کے

لیے فوجیوں سے پڑتا جو جاگیردار بادشاہ کو زمین کے عوض مہیا کرتا۔ رفتہ رفتہ یہ جاگیردار قوت پکڑتے گئے اور ہوتے ہوتے پھر یہ وقت بھی آیا کہ یہ جاگیردار اپنے ملک میں حاکم کی حیثیت سے اپنے اختیارات استعمال کرنے لگے۔ رعایا پر جو چاہے ٹیکس لگادیں، جو چاہے قانون بنادیں، ان سے پوچھنے والا کوئی نہ ہوتا تھا۔ چونکہ بادشاہ تو جاگیرداروں کو زمین دے کر فارغ ہوگیا اب یہ جاگیردار ظاہر ہے جن کو زمین دیتے وہ محکوم بن جاتے اور جاگیردار حاکم۔

جاگیردار جو ٹیکس لگاتا اپنے محکومین پر، اپنے محکومین کو زمین دینے پر جو شرائط رکھتا وہ محکومین مانتے۔ کیونکہ ان کو زمین چاہیے ہوتی تھی۔ تو رفتہ رفتہ یہ معاملہ چلتا رہا پھر حاکم و محکومین کے نتیجے میں جاگیرداروں نے ایک متوازن حکومت کی شکل اختیار کر لی۔ جاگیردار نہ صرف حاکم کی حیثیت سے اپنے اختیارات استعمال کرنے لگے بلکہ یہ جاگیردار عملاً حاکم بھی بن گئے اور یہی وجہ ہے کہ جب جاگیردار عملاً حاکم بنے تو پھر پورا ملک بھی ان کے زیرِ اثر آگیا۔

رفتہ رفتہ یہ جاگیردار اتنے خودسر ہوگئے کہ رعایا پر جو چاہے شرائط عائد کرتے، جو چاہے قانون نافذ کرتے، لیکن ان سے پوچھنے والا کوئی نہ ہوتا تھا۔ بادشاہ ظاہر ہے مجبور ہوتا بادشاہ کو ان جاگیرداروں کی محتاجگی ہوتی کیونکہ بادشاہ کو دوسرے ممالک سے لڑنے کے لیے فوج چاہیے ہوتی تھی لہٰذا بادشاہ ان جاگیرداروں کے ناجائز مطالبات ماننے پر مجبور ہوتا۔[۴]

غرض یہ جاگیردار سیاست پر عملاً قابض ہوگئے ان کا اثر ورسوخ اتنا تھا کہ جو چاہے قانون منظور کروالیتے۔ چنانچہ کچھ عرصے تک تو یہ نظام بادشاہ اور جاگیرداروں کے گٹھ جوڑ سے چلتا رہا۔ لیکن بالآخر جب بادشاہ اور جاگیرداروں کے مفادات کے ٹکراؤ ہوئے تو پھر ان کے درمیان آپس میں لڑائیاں ہوئیں، تنازعات کھڑے ہوئے، اور پھر خوب قتل و غارت بھی ہوئیں۔ یہ تھا یورپ کا جاگیردارانہ نظام کہ جس کے طفیل یورپ سالہاسال تک مصیبت و پریشانی میں رہا۔

واضح رہے کہ اس نظام کی خرابیاں واضح ہیں جاگیردار اپنے ماتحت نچلے لوگوں کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کرتا اور ملک کی سیاست پر یہ لوگ اس طرح قابض ہوگئے تھے کہ ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہوسکتا تھا نتیجتاً لوگ اس نظام سے متنفر ہوئے۔ اور یہ سلسلہ چلتے چلتے عصرِ حاضر تک اس معیار پر پہنچا کہ آج جاگیردارانہ نظام ایک گالی بن کر رہ گیا ہے۔

یورپ کے جاگیردارانہ نظام کی کچھ جھلکیاں عالمِ اسلام میں بھی رہیں۔ جیسے خلافتِ عثمانیہ کے بعض ادوار' اسی طرح مغل شہنشاہی کے کچھ ادوار میں اگرچہ یہ جاگیردارانہ نظام رہا مگر یہ نظام اتنی سختی کے

ساتھ ان میں نہیں رہا جتنا یورپ میں تھا۔ (۵) (ہندوستانی نظام جاگیرداری! فیوڈل ازم ہر ملک اور معاشرے میں وقت کے ساتھ ساتھ ارتقاء پذیر ہوا۔ اور حالات کے تحت اس میں تبدیلی آتی رہی۔ ہندوستان میں اگر فیوڈل ازم (جاگیر دارانہ نظام) کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں یہ بات جاننے میں اور سمجھنے میں یقیناً آسانی ہوگی کہ ہندوستان میں فیوڈل ازم کے مختلف ادوار رہے ہیں۔ ہندوستان میں جاگیر دارانہ نظام کے حوالے سے قدیم ہندوستان کی تاریخ الگ ہے تو مسلمانوں کے دورِ حکومت اور برطانوی اقتدار کی تاریخ الگ ہے۔

ہندوستان میں جاگیر دارانہ نظام کے تین ادوار! :

غرض انہی الگ الگ تاریخ کو دیکھتے ہوئے ہندوستان میں جاگیر دارانہ نظام کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (۱) قدیم ہندوستان (۲) مسلمانوں کا دورِ حکومت اور (۳) برطانوی اقتدار۔ یہاں اس نقطۂ کو بیان کرنا ضروری ہے کہ ان تینوں زمانوں میں اس نظام (جاگیر دارانہ نظام) کی شکل اور ہیئت مختلف رہی ہیں۔ سب سے پہلے ہم قدیم ہندوستان پر قلم اٹھانا چاہینگے اور پھر اس کے بعد برطانوی اقتدار اور مسلمانوں کے دورِ حکومت پر۔

قدیم ہندوستان ! :

قدیم ہندوستان کے ابتدائی دور میں معاشرے کا انحصار مویشیوں پر تھا جس کی وجہ سے زمین کی اتنی اہمیت نہ تھی چراگاہ کی فراوانی تھی اور معیشت کا انحصار مویشیوں کی تعداد پر ہوا کرتا تھا۔ جب پانچ سے چھ صدی قبلِ مسیح میں ہندوستان کا زراعتی نظام تبدیل ہونا شروع ہوا تو خانہ بدوشوں کے بجائے مختلف قبائل نے آبادیاں بنا کر زراعتی پیداوار کے عمل کو بڑھانا شروع کردیا کہ جس کی وجہ سے زمین کی اہمیت ہوئی۔ (۶) اس عہد میں کشتری ذات کے باشندوں نے زمینوں پر قبضہ کرنا شروع کردیا لیکن زمینیں ابھی بھی کسی ایک فرد کی ملکیت میں نہ تھیں بلکہ یہ برادری کے طور پر استعمال ہوتی تھیں۔ اگر اس (زمین) کا تبادلہ بھی کیا جاتا تو اس طرح کہ ایک برادری دوسری برادری کو زمینیں دے دیتی تھیں۔ جو زمین پر کاشت کرتا اس کا قبضہ زمین پر مستقل ہوتا اور یہ ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتی رہتی تھیں۔ (۷) جب بادشاہتیں قائم ہونا شروع ہوئیں تو اس وقت انہوں نے زمینوں کو اپنے حمایتیوں اور وفادار ساتھیوں میں بطورِ تنخواہ دینا شروع کردیا۔

واضح رہے کہ یہ زمینیں حکومت کے بڑے عہدے داروں اور اُمراء کو دی جاتی' اس کے علاوہ پروہتوں اور مذہبی عالموں کو اُن کی حیثیت کے مطابق جاگیریں دی جاتی تھیں۔ مگر ان کے لئے یہ شرط تھی

کہ یہ نہ تو رہن رکھیں گے اور نہ ہی فروخت کرینگے۔ حکومت ان لوگوں سے کوئی لگان نہیں لیتی تھی۔[۸] حکومت کی جانب سے جب کسی کو جاگیریں دی جاتی تو اس کا باقاعدہ فرمان جاری ہوا کرتا تھا کہ جس پر بادشاہ کی مہر ہوتی تاکہ اس (جاگیر) کو قانونی حیثیت حاصل ہو جائے۔جب حکومت کسی کو جاگیر دیتی تو اس کے دو مقصد ہوتے تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ حکومت کے لئے جو خدمات سرانجام دیتا ہے اس کے معاوضے کے طور پر اس کو زمین دی جائے تاکہ اس کی آمدنی کا وہ حق دار ہو جائے۔ اور دوسرا یہ کہ جب کسی خاندان کی مستقل آمدنی ہو گی تو اس سے اسے تحفظ کا احساس ہوگا اور وہ زیادہ دلجمعی و محنت سے حکومت کے کام کر سکے گا۔ ساتویں صدی عیسوی میں شمالی ہندوستان میں سانتی نظام کا رواج ہوا، سامنت یا جاگیر دار سالانہ اخراج دیتا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ضرورت کے وقت اس کی فوجی خدمات کے لئے تیار رہتا تھا۔[۹] نویں صدی سے بارہویں اور تیرہویں صدی میں ''ٹھاکر'' کی اصطلاح سردار، جنگی سورما کے چیف کے معنوں میں استعمال ہونے لگی تھی چونکہ اب زمین کی اہمیت بڑھ گئی تھی اس لیے زمینوں پر قبضے کے خاطر جنگوں کی ابتداء ہو گئی تھی۔[۱۰]

ہندوستان کی تاریخ میں کسی بھی عہد میں بھی چاہے وہ ہندوؤں کا عہد ہو یا بدھ مت کا یا پھر مسلمانوں کا، یہ کوشش نہیں کی گئی کہ زمین کو شاہی ملکیت میں لے لیا جائے یا مالکانہ حقوق دے کر ایک جاگیر دار طبقہ پیدا کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں سیاسی اقتدار کی جنگ اسی بات پر ہوتی تھی کہ گاؤں کی زمین پر ریونیو حاصل کرنے کا حق کس کو ہے؟ اسی فرق کی وجہ سے ہندوستانی اور یورپی فیوڈل ازم دو مختلف شکلوں کے ساتھ ارتقاء پذیر ہوا۔

یورپی فیوڈل ازم میں زمین نجی ملکیت ہوتی تھی اس لئے فیوڈل کسانوں سے نہ صرف ریونیو وصول کرتا تھا بلکہ اس پر دوسرے ٹیکس بھی لگاتا تھا۔ ہندوستان میں چونکہ جاگیر دار کاشت میں دلچسپی نہیں لیتا تھا اس لئے کسان اپنے روایتی طریقوں کو برقرار رکھتے تھے ان کی دلچسپی صرف ریونیو کی وصولیابی سے تھی۔ اسی وجہ سے جنگوں اور تصادموں میں ہندوستان کا کسان علیحدہ رہا۔

جب ہندوستان میں بادشاہتیں قائم ہوئیں تو اس وقت جاگیروں کو چار درجوں میں تقسیم کیا جانے لگا۔ایک ریاست کی ضرورت پوری کرنے اور قربانی کی رسومات کی ادائیگی کی اخراجات کے لئے۔ دوم وزیروں اور عہدے داروں کی تنخواہوں کے عوض۔ سوم باصلاحیت افراد کو بطورِ انعام۔ چہارم مذہبی خیرات اور برہمنوں کی مدد کے لئے، خاص طور سے برہمنوں کو زمینیں دینے کا رواج ہو گیا تھا۔ (۱۱)

یاد رہے کہ بادشاہوں کے علاوہ ایسے تاجر جو مالدار تھے اور جو سرمایہ رکھتے تھے وہ بھی زمین خرید کر بطورِ عطیہ ان کو دیتے تھے۔ لیکن یہ اُصول واضح تھا کہ زمین نہیں خریدی جاتی تھی بلکہ اس پر کاشت کرنے کا حق خریدا جاتا تھا۔

برطانوی اقتدار! :

ہندوستان میں انگریزوں نے اقتدار میں آنے کے بعد ہندوستان کے زراعتی نظام میں تبدیلیاں شروع کیں۔ اور ہندوستان کے اس روایتی نظام کو ختم کیا کہ جس کے تحت گاؤں کی برادری کا زمین پر حق ہوتا تھا۔ واضح رہے کہ ہندوستان میں انگریزوں نے زمین کی ملکیت کو دو طرح سے تقسیم کیا۔ ایک تو جا گیرداروں کا طبقہ جنہیں موروثی طور پر زمینیں الاٹ کی گئیں۔ دوسرے وہ کسان جو جن زمینوں پر خود کاشت کرتے تھے یہ زمینیں انہیں کو دے دیں۔

جب انگریز ہندوستان میں آیا تو اس کو اپنی حمایت کے لئے ایک ایسے اثر ورسوخ والے طبقے کی ضرورت تھی کہ جو ان کے اور عوام کے درمیان رابطے و وسیلے کا کام دے۔ اس کے لئے جاگیرداروں کا ایک مستقل طبقہ ''لارڈ کارنوالس'' کی وجہ سے پیدا ہوا جو اس نے بنگال اور بہار میں ۱۷۹۲ء میں نافذ کیا تھا۔[۱۲]

یاد رہے کہ ''لارڈ کارنوالس'' کے ذہن میں انگلستان کا فیوڈل ازم تھا کہ جس میں فیوڈل ازم کا طبقہ حکومت کی ایک اہم بنیاد ہوا کرتا تھا۔ اس لئے وہ ہندوستان میں ایک ایسا ہی طبقہ پیدا کرنا چاہتا تھا کہ جو ہندوستان میں برطانوی حکومت کی مدد کر سکے۔ جاگیرداروں کا یہ طبقہ ان اجارہ داروں کی وجہ سے پیدا ہوا کہ جنہیں بنگال کے نوابین نے ریونیو کی وصولیابی کا ٹھیکہ دیا تھا۔

رفتہ رفتہ برطانوی حکومت نے چھوٹے چھوٹے راجاؤں، سرداروں اور نوابوں کو بھی جاگیرداروں میں تبدیل کر دیا۔ اور یہ پہلے خود خراج دیتے تھے اب اسے ریونیو کر دیا گیا اس کے ساتھ ہی ان کے تحفظ کی ذمہ داری بھی خود لے لی۔ ایسا کرنے سے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چھوٹے چھوٹے سردار، نواب، اور راجو جاگیرداروں کے تسلط میں آ گئے۔

ہندوستان میں برطانوی حکومت نے ایسے افراد کو بھی جاگیریں دیں کہ جنہوں نے ہندوستان میں برطانوی حکومت کی مدد کی اور وہ مدد اس لحاظ سے تھی کہ جب برطانیہ ہندوستان آیا جب اس نے ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی تو ان لوگوں نے برطانوی حکومت کے قیام اور استحکام میں خوب دل کھول کر برطانوی حکومت کا ساتھ دیا۔ برطانوی حکومت کے خلاف کسی قسم کی کوئی مذمت کسی قسم کا کوئی

احتجاج نہ کیا اور برطانوی حکومت کے قیام اور اس کے استحکام میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی۔ برطانوی حکومت کا نہ صرف ساتھ دیا بلکہ ان کو خوش آمدید بھی کہا۔

اسی طرح برطانوی حکومت نے اپنے عہد میں ان ہندوستانیوں کو بھی جاگیریں دیں کہ جنہوں نے ہندوستان کی جنگوں میں افغانستان و برما کی لڑائیوں میں ان کی خدمات سرانجام دی تھیں۔ اسی طرح اس نظام کو مزید مضبوط بنانے کے لئے ان لوگوں کو بھی زمینیں دی گئیں کہ جو برطانوی حکومت کے عہدے دار تھے اور جن کا تعلق انتظامیہ کے ساتھ تھا۔ (۱۳) واضح رہے کہ برطانوی حکومت کے جاگیریں دینے کے اس سلسلے نے نہ صرف نئے جاگیردار طبقے کی تشکیل کی۔ بلکہ اس نظام کو مزید مستحکم و مضبوط بھی بناڈالا۔

برطانوی حکومت نے جب ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی تو برطانوی حکومت کے ابتدائی دور میں برطانوی حکمرانوں کے لئے ایک اہم سوال یہ تھا کہ کس طبقے کو فوقیت واہمیت دی جائے؟ اور کس طرح سے اس سے مدد حاصل کی جائے؟ یاد رہے کہ ہندوستان میں اُس وقت دو طبقے بہت ہی با اثر تھے ایک تاجر برادری اور دوسرے جاگیردار۔ [۱۴]

ان ہی دو طبقوں کے درمیان یہ فیصلہ کرنا تھا کہ کس طبقے کو اہمیت دی جائے؟ اور کس طرح اس طبقے سے مدد حاصل کی جائے؟ ابتداً تو برطانوی حکومت کا رجحان زیادہ تر تاجر برادری کی طرف تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ابتدائی دنوں میں انہیں مقامی تاجروں کی طرف سے اپنا اثر ورسوخ بڑھانے میں مدد ملی تھی کیونکہ کمپنی کی تجارتی سرگرمیوں کی طرف سے مقامی تاجروں کو یہ موقع ملا تھا کہ وہ ان جہازوں میں اپنا سامان ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اور باہر کے ملکوں میں بھیجیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے کمپنی کے ساتھ مل کر تجارت بھی کی کہ جس کی وجہ سے ان کے اور کمپنی کے تجارتی مفادات ایک ہو گئے۔ لیکن جب کمپنی نے سیاسی اقتدار حاصل کرلیا تو اب انہیں تاجروں سے زیادہ جاگیرداروں اور زمینداروں کی حمایت درکار تھی کیونکہ اب ان کی آمدنی کا بڑا ذریعہ تجارت نہیں بلکہ ریونیو تھا۔ اس کے علاوہ جاگیرداروں اور زمینداروں کی حمایت اس لئے بھی ضرورت تھی کیونکہ ان جاگیرداروں اور زمینداروں کا اثر دیہاتی آبادی پر تھا اور وہ اس اثر کے ذریعے رعیت کو باآسانی کنٹرول کر سکتے تھے۔ اس کے برخلاف تاجر برادری کو اس لحاظ سے معاشرہ میں اتنا اثر ورسوخ حاصل نہ تھا۔ اور نہ ہی زراعتی معاشرے میں ان کے سماجی رتبے کو کوئی اہمیت و فوقیت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ تاجر ایک جگہ نہ رہتے تھے بلکہ گھومتے رہتے تھے اس لئے ان

کو دیہاتی آبادی پر کنٹرول کے لئے استعمال نہ کیا جاسکتا تھا اس لئے برطانوی مفاد میں تھا کہ جاگیردار طبقے کو نہ صرف برقرار رکھا جائے بلکہ اس طبقے کو مضبوط سے مضبوط بنایا جائے۔

مسلمانوں کا دورِ حکومت:

پیچھے اس بات کا ذکر ہوا کہ ہندوستان میں جاگیردارانہ نظام کے حوالے سے قدیم ہندوستان کی تاریخ الگ ہے تو مسلمانوں کے دورِ حکومت اور برطانوی اقتدار کی تاریخ الگ۔ غرض انہی الگ الگ تاریخ کو دیکھتے ہوئے ہندوستان میں جاگیردارانہ نظام کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔(۱) قدیم ہندوستان (۲) مسلمانوں کا دورِ حکومت اور (۳) برطانوی اقتدار۔ یہاں اس نقطۂ کو بیان کرنا ضروری ہے کہ ان تینوں زمانوں میں اس نظام (جاگیردارانہ نظام) کی شکل اور ہیئت مختلف رہی ہیں۔

سب سے پہلے ہم نے قدیم ہندوستان پر بات کی' اور پھر اس کے بعد برطانوی اقتدار پر' اب ہم مسلمانوں کے دورِ حکومت پر بات کرینگے کہ ہندوستان میں جاگیردارانہ نظام کے حوالے سے مسلمانوں کے دورِ حکومت کا کیا کردار رہا ہے۔ جاگیر کی اصطلاح ہندوستان میں پندرہویں صدی میں استعمال ہونا شروع ہوئی ورنہ اس سے پہلے تیول یا قطاع کے الفاظ استعمال کیے جاتے تھے۔[۱۵]

ہندوستان میں مسلمان فاتحین اپنے ساتھ مشرقِ وسطی کا نظام جاگیرداری لے کر آئے جیسے مثال کے طور پر غوری فاتحین۔ اس نظام میں زمین کو تین اقسام میں تقسیم کیا گیا تھا۔ پہلی خالصہ زمین کہ جو حکمران کے اخراجات کے لئے ہوتی تھیں۔ اسی طرح دوسری اقطاع کہ جو فوجیوں کو دی جاتی تھیں۔ اور تیسری وہ جاگیریں کہ جو مذہبی و سماجی بہبود کے لئے دی جاتی تھیں۔[۱۶]

غوری دور میں اقطاع داروں کا طبقہ حکمران خاندانوں کے ساتھ بدلتا رہتا تھا۔ غوری دور میں جن اُمراء کو اقطاع دیے گئے ان میں غلام اور آزاد دونوں شامل تھے۔ چونکہ اس ابتدائی عہد میں مرکزی حکومت مستحکم نہ تھی اس لیے انہوں نے اپنے اثرو رسوخ کو بڑھا لیا تھا۔ واضح رہے کہ خاندانِ غلاماں کے حکمران کا تعلق کسی شاہی خاندان سے نہ تھا اس لئے وہ دوسرے اُمراء سے خود کو برتر ثابت نہ کرسکتا تھا اس لئے اُمراء ہر وقت بغاوت کے لئے تیار رہتے تھے۔

اُمراء کے عروج کے زمانہ التمش کے بعد کا ہے کہ جب امیر چہل گانہ کے نام سے اُمراء کا ایک گروپ بن گیا تھا کہ جو جائیداد و خطابات میں برابر کے تھے۔ یہ طبقہ اس قدر طاقت ور ہو گیا تھا کہ بادشاہ تک کو خاطر میں نہ لاتا تھے اور اپنی پسند و مرضی کا بادشاہ بنانا ان کے منشور کا ایک حصہ تھا ان لوگوں نے اپنے

مفادات کے خاطر اپنی پسند کے بادشاہ کو تخت نشین کیا۔جب رضیہ سلطانہ ان کی مرضی کے خلاف حکمران بنی توانھوں نے ہی مل کر اسے شکست دی۔[۱۷]

اس طبقے کا زور تب ٹوٹا کہ جب "بلبن" بادشاہ بنا۔واضح رہے کہ ایک عرصے دراز تک بلبن کا تعلق اسی طبقے کے ساتھ تھا اور بلبن اسی طبقے کی نہ صرف تقلید کرتا تھا بلکہ ان کی ہر طرح سے معاونت بھی کرتا تھا۔چونکہ بلبن اس طبقے کی کمزوریوں سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ انہیں کس طرح سے شکست دی جائے اور کس طرح سے ان کا صفایا کیا جائے۔ بلبن کو اس بات کا پورا احساس تھا کہ بادشاہت کا ادارہ اس وقت تک مضبوط نہیں ہوسکتا ہے کہ جب تک ان اُمراء کی طاقت کو توڑا نہ جائے۔لہٰذا بلبن نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ بڑی مصلحت کے ساتھ ان طاقتور اُمراء کے خلاف ایک ایک کرکے اقدامات کیے اور بالآخر بلبن نے ان سربرآوردہ اُمراء کو شراب میں زہر دلوا کر مار ڈالا۔[۱۸]

اس طبقے کے خاتمے کے بعد بلبن کی توجہ اس بات پر دلوائی گئی کہ التمش زمانے کے اقطاع دار نااہل و ناکارہ ہوگئے ہیں اور اپنے فرائض میں چشم پوشی سے کام لینے لگے ہیں۔ وہ ہدایات کے مطابق مقررہ تعداد میں فوجی نہیں رکھتے ہیں اور دیوان عرض کے ساتھ مل کر گاؤں کو اپنے قبضے میں لئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ جب بلبن نے اس کے متعلق معلومات اکٹھا کیں تو اسے معلوم ہوا کہ ان اقطاع داروں میں سے تو ایک بہت بڑی تعداد بوڑھی ہوچکی ہے اور کچھ لوگ وفات بھی پاچکے ہیں۔یاد رہے کہ ان اقطاع داروں میں جو لوگ وفات پاچکے تھے ان کی جائیدادیں ان کی اولادوں نے بطورِ میراث اپنے قبضے میں لے لی تھیں یہ اقطاع دار خود کو مالکی یا انعامی سمجھتے تھے اور اس کے جواز کے لئے یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ یہ جائیدادیں التمش نے ان کو انعام کے طور پر دی تھیں۔

بلبن نے ان اقطاع داروں کا یہ حل نکالا کہ جو بہت بوڑھے ہوچکے تھے اور جنگ کے قابل نہ رہے تھے ان کے لئے بلبن نے تقریباً چالیس سے پچاس سکہ وظیفہ مقرر کردیا اور ان کی جائیدادیں خالصہ میں شامل کرنے کا حکم دیا۔[۱۹]

اسی طرح دوسرا گروہ کہ جس میں ادھیڑ عمر کے لوگ شامل تھے ان کے لئے بلبن نے یہ کیا کہ ان کی تنخواہیں ان کی قابلیت و استعداد کے مطابق مقرر کیں اور حکم دیا کہ جائیداد کی فاضل آمدنی ان سے لے لی جائے مگر گاؤں ان کے پاس رہے۔[۲۰]

اسی طرح تیسرا گروہ وہ تھا کہ جس میں یتیم اور بیوائیں تھیں بلبن نے اس گروہ کے متعلق یہ حکم دیا کہ جائیداد کی آمدنی سے ان کے اخراجات ادا کرکے باقی خزانے میں جمع کرادیئے جائیں۔ (۲۱)

ہندوستان میں اگر عہدِ مغلیہ کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گا کہ بابر نے سلاطین کی روایات کو قائم رکھتے ہوئے اقطاع کے نظام کو برقرار رکھا اور فتح کے بعد اپنے اُمراء کو مفتوحہ زمین بطورِ عطیہ دیں۔ بابر کے بعد جب ہمایوں تخت نشین ہوا تو اس کو اتنا وقت نہ مل سکا کہ وہ اس نظام کو مضبوط کرتا ۔اسی لئے اس نظام کی تشکیلِ نو جب ہوئی کہ جب ہمایوں کے بعد اکبر تخت نشین ہوا واضح رہے کہ اکبر کا یہ دور ۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۵ء پر محیط تھا۔ (۲۲) جب اکبر کے دور میں اس نظام کی تشکیلِ نو ہوئی تو اس نظام کی تشکیلِ نو کی وجہ سے اب جاگیریں صرف اس غرض سے دی جاتی تھیں کہ جاگیر دار مرکزی حکومت کو فوج فراہم کریگا۔

غرض اس تشکیلِ نو کی وجہ سے جاگیر دار کا تین سے چار سال بعد تبادلہ کر دیا جاتا تھا اسے کبھی جاگیریں سندھ میں دی جاتی تھیں تو کبھی بنگال میں ۔یہ تبادلے اس وجہ سے کیے جاتے تھے تاکہ جاگیر دار اپنے علاقے میں اپنا اثر و رسوخ قائم نہ رکھ سکے ۔جاگیر وں کے اس تبادلوں کی وجہ سے جاگیر دار اس کی بہتری کی طرف پوری توجہ نہیں دے پاتا تھا اور اس کے انتظامات کو ماتحت پر چھوڑ دیتا تھا۔ مغل دربار جاگیر کی آمدنی واخراجات کا پورا حساب رکھتا تھا اس طرح مغل منصب دار ریونیو وصول کرنے کا توحق رکھتا تھا مگر جاگیر پر اس کا کوئی حق نہ تھا۔

عہدِ مغلیہ میں بڑے منصب دار ایک سے زیادہ بھی جاگیریں رکھ سکتے تھے اور یہ جاگیریں کئی کئی فاصلوں پر مشتمل ہوتی تھیں ان کے لئے ضروری نہ تھا کہ جاگیریں قریب قریب ہوں۔ مغلیہ دور میں بڑے جاگیر دار اپنی جاگیروں کو ایک لمبے عرصے تک اپنے پاس بھی رکھ سکتے تھے انہیں اس بات کی اجازت تھی کہ وہ ایک طویل عرصہ جاگیریں اپنے پاس رکھ سکتے ہیں اور یہ طویل عرصہ دس سال یا پندرہ سال پر بھی محیط ہو سکتا تھا۔ (۲۳)

یہ تھا ہندوستان کا فیوڈل ازم (جاگیر دارانہ نظام) کہ جس میں فیوڈل ازم کے مختلف ادوار رہے ہیں‘ یعنی قدیم ہندوستان، مسلمانوں کے دورِ حکومت ، اور برطانوی اقتدار۔ ہندوستان کے فیوڈل ازم (جاگیر دارانہ نظام) پر بحث کرنے کے بعد اب ہم پاکستان کے فیوڈل ازم پر بحث کرینگے کہ کیا پاکستان میں جاگیر دارانہ نظام ہے ؟ اگر ہے تو یہ کس سے مماثلت رکھتا ہے ؟

پاکستان اور جاگیر دارانہ نظام :

پاکستان میں جاگیر دارانہ نظام کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گا کہ پاکستان کا جاگیر دارانہ نظام نہ تو یورپ کے قرونِ وسطی جیسا ہے اور نہ ہی عہد سلاطین و مغلیہ جیسا۔ کیونکہ ہندوستان

میں جاگیر بطور تنخواہ دی جاتی تھی اور ان جاگیروں کی حیثیت نجی جائیداد کی تھی۔ واضح رہے کہ عہدِ برطانیہ میں اس کو موروثی بھی بنایا گیا۔ اور اس کی تشکیل اس طرح سے ہوئی کہ اس طبقے کی وفاداریاں، اس طبقے کی طرف داریاں، اس طبقے کی قربانیاں حکومت کے ساتھ رہیں۔

پاکستان میں اس طبقے نے اپنے شکنجے اس قدر مضبوطی سے گاڑ لئے ہیں کہ الامان الحفیظ' پاکستان کی سیاسی تاریخ اور سیاستِ حاضرہ پر اگر نظر دوڑائی جائے تو ہمیں اس بات کا اندازہ بخوبی احسن انداز میں ہوگا کہ اس طبقے نے سیاسی اقتدار میں رہنے کی وجہ سے اپنے اختیارات کو بڑھا لیا ہے۔ اُصولاً ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حکومت اس طبقے کو اپنے کنٹرول اپنے تسلط میں رکھتی لیکن ہوا اس کے بالکل برعکس یعنی کہ اس جاگیر دار طبقے نے حکومت کو اپنے کنٹرول اپنے تسلط میں رکھا ہوا ہے۔

پاکستان میں جاگیر دار طبقہ اتنا مضبوط ہے کہ حکومت بھی ان کے سامنے بالکل بے بس ہے حکومت ان کے خلاف کسی قسم کی کوئی تادیبی کاروائی کوئی ایکشن کوئی نوٹس نہیں لے سکتی۔ کیونکہ ایک تو شروع ہی سے اس طبقے کی حکومت میں شمولیت رہی ہے اور دوسری یہ کہ چونکہ یہ طبقہ بہت با اثر ہے اس لئے اس طبقے نے حکومت کو اپنی مکمل گرفت میں لیا ہوا ہے۔ یہاں کا جاگیر دار کسانوں کو کھیتوں پر کام کرنے کے لئے مجبور کرتا ہے اور اس کے لئے نہ صرف سختی سے کام لیتا ہے' بلکہ کسانوں پر تشدد بھی کرتا ہے۔

کسانوں پر جاگیر دار کے سختی کرنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جاگیر دار کسانوں کو پیشگی رقم دے کر مجبور کرتا ہے کہ اس کے لئے انتہائی سستی تنخواہ پر مزدوری کرے۔ اور تشدد کے مختلف طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کسانوں کو بیڑیوں میں باندھ کر نجی جیلوں میں رکھا جاتا ہے۔ اگر اُن میں سے کوئی کسان جیل سے بھاگ جاتا ہے تو اس کے بدلے اس کسان کے اہلِ خانہ کو سزا دی جاتی ہے کہ جس میں قتل جسمانی تشدد اور عورتوں کی بے حرمتی کرنا شامل ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ کسانوں کے لئے جاگیر داروں کی یہ نجی جیلیں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ ان جاگیر داروں کا انتظامیہ (حکومت) پر کتنا اثر ہے۔

جاگیر دار اپنا اثر و رسوخ برقرار و قائم رکھنے کے لئے سختی و تشدد سے کام لیتا ہے۔ اگر اُس کے علاقے میں کوئی اُس کا احترام نہ کرے یا ادب کے طور پر اُس کے آگے سر نہ جھکائے تو جاگیر دار اس بات کو اپنی انا کا مسئلہ سمجھتا ہے اور اپنی انا کے خاطر اپنے اثر و رسوخ کو برقرار و قائم کرنے کے خاطر ان لوگوں کو سخت سے سخت سزا دلواتا ہے۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ پاکستان میں اس جاگیر دار طبقے نے معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے کچھ نہ کیا اس لئے لوگ اب اس کی افادیت پر سوال کرنے لگے ہیں۔ نہ صرف اس جاگیر دار طبقے کی

سیاست میں نااہلی ثابت ہو چکی ہے۔ بلکہ اس جاگیر دار طبقے کو ملکی خرابی کا ذمہ دار بھی قرار دیا جا رہا ہے۔ موجودہ دور میں آئی۔ایم۔ایف، ورلڈ بینک، اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے مطالبات کے تحت معاشرے کی جو تشکیلِ نو ہو رہی ہے اس میں اس نظام کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔[۲۴]

غالباً یہی وجہ ہے کہ یہ جاگیر دارانہ نظام بہت سے ممالک میں رہا اور اس نظام نے بہت سے ممالک کو متاثر کیا۔ لیکن قابل ذکر بات یہ ہے کہ ماسوائے پاکستان کے یہ نظام پوری دنیا سے بتدریج ختم ہوتا گیا۔ فرانس میں انقلاب کے بعد اس نظام کا فرانس میں وجود نہیں رہا۔ اسی طرح روس میں کمیونسٹ انقلاب آنے کے بعد یہ نظام وہاں سے بھی معدوم ہو گیا۔ چین میں بھی یہ نظام تقریباً ڈھائی ہزار سال تک قائم رہا لیکن ۱۸۳۹ء سے ۱۸۶۲ء کے دوران برطانیہ اور چنگ سلسلہ بادشاہت کے درمیان مشہور زمانہ افیم کی جنگوں (Opium Wars) کے نتیجے میں اس نظام کا خاتمہ ہو گیا۔

اسی طرح ترکی میں اتاترک نے سلطنت عثمانیہ کے زوال کے بعد جاگیر دارانہ نظام کو ختم کر دیا۔ جاپان میں بھی جاگیر دارانہ نظام کی ایک قسم موجود تھی لیکن سمورائی کلچر کے خاتمے کے بعد یہ نظام وہاں سے بھی ختم ہو گیا۔

پاکستان کا پڑوسی ملک بھارت میں اُس وقت کے سربراہ جواہر لال نہرو نے بھارتی آئین میں چوالیس ترامیم کے ذریعے زمینداری نظام کو ختم کر دیا۔ یہاں تک کے سابق مشرقی پاکستان موجودہ بنگلہ دیش میں بھی یہ نظام پاکستان سے الگ ہوتے ہی جلد ختم ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس جاگیر دارانہ نظام کے خاتمے کی وجہ سے ان ممالک میں دولت کی عدم مساوات میں کمی آئی اور سماجی و معاشی ترقی کو بھی تیزی سے راہ ملی۔

اس کے برعکس پاکستان واحد ملک ہے جہاں جاگیر دارانہ ذہنیت کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ واضح رہے کہ قیام پاکستان کے وقت مسلم لیگ میں بھی چند اہم رہنما جاگیر دار تھے۔ یہ جاگیر دار ہر آنے والی حکومت میں شامل ہوتے رہے اور پارلیمنٹ و وزارتوں کے ذریعے اپنا کنٹرول واپنا تسلط برقرار کرتے رہے ہیں۔

فیوڈل ازم کا زوال:

دنیا میں مختلف سیاسی نظاموں نے ایک طویل عرصے تک اپنی طاقت کو منوایا ہے۔ چاہے وہ پاپائیت ہو یا بادشاہت اشتراکیت ہو یا سیکولر جمہوریت، سرمایہ دارانہ نظام ہو یا جاگیر دارانہ نظام۔ غرض مختلف نظام مختلف ادوار میں اپنی طاقت کو منواتے رہے ہیں اپنا اثر و رسوخ دکھاتے رہے ہیں، لیکن

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ تاریخی عمل ایک جگہ ٹھہرا ہوا نہیں رہتا زندگیاں بدلتی رہتی ہیں ادوار بدلتے رہتے ہیں۔ دنیا میں بیشک مختلف نظام آئے اور ایک طویل عرصے تک اپنا لوہا بھی منواتے رہے۔ لیکن تاریخِ دنیا ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ دنیا کا اُصول ہے جب کوئی چیز کارآمد نہیں رہتی تو اس کی جگہ دوسری نئی چیز لے لیتی ہے۔ تو تاریخِ دنیا ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ دنیا میں مختلف نظام آتے گئے اور جاتے رہے جب ایک نظام دنیا کی نظر میں کارآمد نہ رہا جب اس کی افادیت معاشرے میں ختم ہو گئی تو اس نظام کی جگہ دوسرے نظام نے لے لی۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ فیوڈل ازم (جاگیردارانہ نظام) تقریباً دنیا کے اکثر ممالک میں رہا لیکن رفتہ رفتہ جب اس کا زوال شروع ہوا تو وہ زوال ایسا تھا کہ اب عصرِ حاضر میں اس نظام کا وجود ما سوائے پاکستان کے کہیں بھی نہ رہا۔ اس نظام نے صدیوں دنیا کو اپنی لپیٹ میں لئے رکھا اور اپنی طاقت کا توازن برقرار کیے رکھا۔

یورپ پر اگر تاریخی نظر دوڑائی جائے تو ہمیں اس بات کا اندازہ بخوبی احسن انداز میں ہو گا کہ فیوڈل ازم کے ادارے نے یورپ میں اٹھارہویں صدی تک خود کو قائم رکھا لیکن جب صنعتی و ٹیکنالوجیکل ایجادات نے تبدیلیاں شروع کیں تو اس ادارے کے استحکام میں زبردست دراڑیں پڑی۔ (۲۵) یورپ میں فیوڈل ازم کا زوال تین طریقوں سے عمل میں آیا۔ ایک نیچے سے آنے والی معاشی تبدیلیاں، دوسرے انقلابی اقدامات، اور تیسرے حکمران طبقے کی جانب سے اوپر سے اصلاحات کے ذریعے نظام کو بدلا گیا۔[۲۶]

برطانیہ میں فیوڈل ازم کا زوال!:

برطانیہ پر اگر مختصراً بات کر لی جائے تو ہمیں اس بات کا اندازہ بخوبی احسن انداز میں ہو گا کہ برطانیہ میں فیوڈل ازم کی جڑیں بہت گہری تھیں۔ تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ برطانیہ میں جاگیرداروں اور بادشاہوں میں سیاسی اختیارات پر ہمیشہ سے تنازع رہا۔ ایک طرف جاگیردار چاہتے تھے کہ وہ اپنی خود مختاری برقرار رکھیں تو دوسری طرف بادشاہوں کی یہ کوشش ہوتی تھیں کہ وہ فیوڈل ازم کے اثر کو ختم کر کے مطلق العنان حیثیت اختیار کریں۔

۱۲۱۵ء میں برطانیہ میں بادشاہ اور فیوڈلز کے اختیارات کا تعین ہوا۔ لیکن جب ''چارلس اوّل'' اور پارلیمنٹ کے درمیان رسّہ کشی شروع ہوئی تو اس رسّہ کشی نے بادشاہ کی طاقت کو کمزور کر دیا جس کی

وجہ سے فیوڈلز کا اثر پارلیمنٹ میں بڑھ گیا۔ واضح رہے کہ برطانیہ میں چارلس اوّل اور پارلیمنٹ کے درمیان یہ رسّہ کشی تقریباً ۱۶۴۲ء سے ۱۶۴۹ء تک چلتی رہی۔[۲۷]

غرض جب اس رسّہ کشی کی وجہ سے فیوڈلز کا اثر پارلیمنٹ میں بڑھ گیا تو اس کے بعد سے ہی یہ سوال اٹھنے لگا کہ اب حکومت کرنے کا اختیار کس کو ہے؟ بادشاہ کو ہے یا پارلیمنٹ کو؟ سترہویں صدی میں برطانیہ میں دو اہم تبدیلیاں آئیں۔ ایک زراعتی انقلاب کہ جس نے فیوڈل ازم (جاگیردارانہ نظام) کو مزید تقویت بخشی۔ اسی زراعتی انقلاب کی وجہ سے فیوڈلز کے طبقے کو دولت اور سیاسی اختیارات دیئے گئے۔ اور دوسرا یہ کہ برطانیہ میں اسی زراعتی انقلاب کے نتیجے میں صنعتی انقلاب آیا کہ جس نے اس نظام کو تباہ و برباد کر ڈالا۔[۲۸] برطانیہ میں جب زراعتی انقلاب آیا تو اس کے منفی اثرات کسانوں پر پڑے۔ چونکہ پرانے نظام میں بے روزگاری نہیں تھی پورا خاندان کھیتوں میں کام کرتا تھا۔ لیکن اس نئے نظام میں مشینوں نے بہت سے کاموں کی جگہ لے لی۔ جب مشینوں نے بہت سے کاموں کی جگہ لی تو ظاہر ہے کسانوں کو تو بے روزگار ہونا ہی تھا۔ غرض بے شمار کسان بے روزگار ہونے لگے اور اسی بے روزگاری کی تنگی کی وجہ سے کسانوں نے شہروں کا رُخ اختیار کرنا شروع کر دیا تاکہ وہ مناسب روزگار حاصل کر سکیں۔ شہروں میں چونکہ صنعت کار کو کم تنخواہ پر مزدوروں کی ضرورت تھی اس لیے اس نے کسانوں کو شہروں میں (اپنے مفادات کے خاطر) خوش آمدید (Welcome) کہا۔

واضح رہے کہ دیہاتوں سے شہروں میں کسانوں کی اسی منتقلی نے دیہات کی اہمیت کو کم کر دیا۔ اور اسی منتقلی کی وجہ سے شہروں میں عروج و بلندی کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ اور انہی تبدیلیوں کی وجہ سے برطانیہ میں مرحلہ وار فیوڈل ازم (جاگیردارانہ نظام) ختم ہوتا گیا۔

فرانس میں فیوڈل ازم کا زوال:

فرانس پر اگر مختصراً بات کر لی جائے تو ہمیں اس بات کا اندازہ بخوبی احسن انداز میں ہو گا کہ فرانس میں فیوڈل ازم کا خاتمہ برطانیہ کی طرح مرحلہ وار اصلاحات کے ذریعے نہیں ہوا بلکہ فرانس میں اس کا خاتمہ انقلاب کے ذریعے ہوا۔ اس کی ایک وجہ ان دونوں ملکوں کے فیوڈل ازم (جاگیردارانہ نظام) میں فرق تھا۔ برطانیہ میں فیوڈلز سیاست اور انتظامیہ میں حصہ لیتے تھے۔ جبکہ اس کے برعکس فرانس میں انتظامیہ کو ریاست کے عہدے داروں پر چھوڑ دیا گیا تھا۔[۲۹] فرانس کے جاگیردار ''بورژوا'' طبقے میں نہ تو شادی کرتے تھے۔ اور نہ ہی اپنے چھوٹے لڑکوں کو تجارت میں آنے دیتے تھے۔

.برطانیہ کا فیوڈلز دیہات میں رہتا تھا اور اپنی جائیداد کے معاملات سے واقف رہتا تھا جبکہ اس کے برعکس فرانس کا فیوڈلز شہروں میں رہتا تھا اور اپنی جائیداد کے معاملات سے کم ہی واقف ہوتا تھا۔ اسی فرق کی وجہ سے .برطانیہ کا فیوڈلز کا وژن فرانسیسی لارڈ کے مقابلے میں زیادہ وسیع تھا۔

.برطانیہ کا فیوڈلز پارلیمنٹ کی سرگرمیوں میں پورا پورا شریک ہوتا تھا اور سیاست کے ذریعے اپنے مفادات کا تحفظ کرتا تھا۔ جبکہ اس کے برعکس فرانس کا فیوڈلز پارلیمنٹ سے دوسرے طبقوں واداروں سے کوئی واسطہ کوئی رابطہ نہ کھتا تھا۔[۳۰] غالباً یہی وجہ تھی کہ فرانس کا فیوڈلز یہ اندازہ نہیں کر پاتا تھا کہ لوگ کیا سوچ رہے ہیں؟ اور ان کی کیا خواہشات ہیں؟

چودہ جولائی ۱۷۸۹ء میں لوگوں نے فرانس کے شہر پیرس میں ایک زبردست مظاہرہ کیا (کہ جو انقلابِ فرانس ہی کی ایک کڑی تھی) اور قلعہ بیتل کو مسمار کرکے شہر پر اپنا اقتدار قائم کرلیا۔[۳۱] انقلابِ فرانس اور ان ہی جیسی کڑیوں سے متاثر ہو کر فرانس کے کسانوں نے دیہاتوں میں فیوڈلز کے خلاف بغاوت کردی ۔ اور یہ بغاوت ایسی تھی کہ فرانس کے فیوڈلز کو اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے۔ فرانس کے کسانوں نے بے شمار ایسی دستاویزات کو آگ لگا کر ختم کردیا کہ جو ان کے خلاف تھیں۔ یا پھر اُن دستاویزات پر قرضے نقش تھے۔ اس کے علاوہ فرانس کے کسانوں نے اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے اور موقع کی تلاش پا کر بے شمار فیوڈلز کو قتل بھی کیا۔

غرض اس بغاوت کے نتیجے میں فرانس میں دیہاتوں سے فیوڈل ازم کے نشانات کو مٹانے کی مہم شروع ہوئی۔ اور انہی ہنگامی حالات کو دیکھتے ہوئے نیشنل اسمبلی کا اجلاس ہوا۔ کہ جس میں چار اگست ۱۷۸۹ء کو نیشنل اسمبلی نے فیوڈل ازم کے خاتمے کا اعلان کردیا۔[۳۲] واضح رہے کہ پھر فرانس کا فیوڈل ازم انقلاب کے بعد اپنی حیثیت بحال نہ کرسکا اور تاریخِ دنیا کا ایک سیاہ باب بن گیا۔

جرمنی میں فیوڈل ازم کا زوال:

اسی طرح جرمنی پر اگر مختصراً بات کرلی جائے تو ہمیں اس بات کا اندازہ بخوبی احسن انداز میں ہو گا کہ نیپولین نے جب جرمنوں کو شکست دی اور جرمنی قوم کو جب سیاسی طور پر ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ تو جرمنی قوم میں ایک قومی شعور پیدا ہوا اور یہ احساس پیدا ہوا کہ جرمنی قوم کو شکست کیوں ہوئی؟ وہ کیا عوامل و محرکات تھے کہ جس کی وجہ جرمنی کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا؟ غرض جرمنی قوم نے اس شکست پر بہت کچھ سوچا اور وہ اسباب تلاش کیے کہ جس کی وجہ سے جرمنی کو شکست ہوئی۔ جرمنی قوم چاہتی تھی کہ وہ اس شکست سے کچھ سبق سیکھے اور اس شکست کو بھلا کر آگے کی طرف بڑھے۔ تو انہوں نے خوب سوچ و

بچار کیا اور حالات کا جائزہ لیا بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ جرمن قوم کی شکست کی وجہ نااتفاقی، ریاستوں کی باہمی چپقلش، اور ان کا فیوڈل نظام ہے۔ واضح رہے کہ اُس وقت جرمنی کا فیوڈل نظام بڑا ہی مستحکم تھا۔ نہ صرف ذرائع پیداوار پر ان کا قبضہ تھا بلکہ فوج اور انتظامیہ کے تمام بڑے بڑے عہدے ان کے پاس تھے۔ (۳۳) (جرمنی میں انتظامی، سماجی و معاشی ڈھانچے میں تبدیلی کی ابتداء خود جرمنی کے حکمراں طبقے نے کی' واضح رہے کہ ان تبدیلیوں کی دو وجوہات تھیں۔ ایک فرانس سے شکست، اور دوسری برطانیہ کی صنعتی ترقی۔ (۳۴) فرانس نے جب جرمنی کو شکست دی تو اس شکست سے جرمنی کے قدیم نظام کی کمزوریاں ظاہر ہوئیں اس لئے حکمراں طبقے نے یہ ضروری سمجھا کہ قدیم نظام میں اصلاحات کی جائیں۔ غرض ان دو وجوہات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے جرمنی کے حکمرانوں نے جرمنی کے فیوڈل نظام میں اصلاحات کیں۔ پہلی فرانس سے شکست' جرمن حکمرانوں نے جب اپنی شکست کے محرکات و عوامل تلاش کیے تو اُن کو ریاست کی آپس میں چپقلش، اور آپس کی نااتفاقیاں وغیرہ تو نظر آئیں' لیکن اس کے ساتھ ساتھ جرمنی کا فیوڈل نظام بھی ان کی نظروں کا مرکز بنا۔

اور دوسری وجہ برطانیہ کا صنعتی انقلاب' جب برطانیہ میں صنعتی انقلاب آیا تو جرمن حکمرانوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ اس صنعتی انقلاب کا مقابلہ کیا جائے۔ یعنی کہ اگر دنیا میں کچھ نام بنانا ہے، اگر مضبوط ممالک کے سامنے دیوار بن کر کھڑا ہونا ہے تو ہمیں برطانیہ کے صنعتی انقلاب کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ تو بنیادی طور پر جرمنی میں فیوڈل نظام کے خاتمے کے لئے یہ دو وجوہات سبب بنیں۔ واضح رہے کہ یہ خاتمہ یہ اصلاحات خود جرمن حکمرانوں نے کی۔ حاصل کلام یہ نکلا کہ فیوڈل ازم (جاگیردارانہ نظام) تقریباً دنیا کے اکثر ممالک میں رہا۔ لیکن رفتہ رفتہ جب اس کا زوال شروع ہوا تو وہ زوال ایسا تھا کہ اب عصرِ حاضر میں اس نظام کا وجود ماسوائے پاکستان کے کہیں بھی نہ رہا۔ اس نظام نے صدیوں دنیا کو اپنی لپیٹ میں لئے رکھا اور اپنی طاقت کا توازن برقرار کیے رکھا۔ فرانس، برطانیہ اور جرمنی میں فیوڈل نظام کے زوال پر ہم نے مختصراً بحث کی۔ اب ہم مختصراً دوسرے ممالک پر بحث کرینگے۔

مختلف ممالک میں فیوڈل ازم کا زوال:

روس میں کمیونسٹ انقلاب آنے کے بعد یہ فیوڈل نظام وہاں سے بھی معدوم ہوگیا۔ اسی طرح چین میں بھی یہ فیوڈل نظام تقریباً ڈھائی ہزار سال تک قائم رہا۔ لیکن ۱۸۳۹ء سے ۱۸۶۲ء کے دوران برطانیہ اور چنگ سلسلہ بادشاہت کے درمیان مشہور زمانہ افیم کی جنگوں (Opium Wars) کے نتیجے میں اس نظام کا خاتمہ ہوگیا۔

اسی طرح ترکی میں اتاترک نے سلطنت عثمانیہ کے زوال کے بعد جاگیردارانہ نظام کو ختم کردیا۔ جاپان میں بھی جاگیردارانہ نظام کی ایک قسم موجود تھی لیکن سمورائی کلچر کے خاتمے کے بعد یہ نظام وہاں سے بھی ختم ہو گیا۔ پاکستان کا پڑوسی ملک بھارت میں اُس وقت کے سربراہ جواہر لال نہرو نے بھارتی آئین میں چوالیس ترامیم کے ذریعے زمینداری نظام کو ختم کر دیا۔ یہاں تک کے سابق مشرقی پاکستان موجودہ بنگلہ دیش میں بھی یہ نظام پاکستان سے الگ ہوتے ہی جلد ختم ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ اس جاگیردارانہ نظام کے خاتمے کی وجہ سے ان ممالک میں دولت کی عدم مساوات میں کمی آئی اور سماجی و معاشی ترقی کو بھی تیزی سے راہ ملی۔ اس کے برعکس پاکستان واحد ملک ہے جہاں جاگیردارانہ ذہنیت کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ یاد رہے کہ قیام پاکستان کے وقت مسلم لیگ میں بھی چند اہم رہنما جاگیردار تھے۔ یہ جاگیردار ہر آنے والی حکومت میں شامل ہوتے رہے اور پارلیمنٹ و وزارتوں کے ذریعے اپنا کنٹرول و اپنا تسلط برقرار کرتے رہے ہیں۔

اسلام اور فیوڈل ازم ! (تقابلی جائزہ) :

اب ہم بحث کرینگے اسلام اور فیوڈل ازم پر، یعنی کہ اسلام جو نظریہ پیش کرتا ہے، جو نظام پیش کرتا ہے وہ کس قدر فیوڈل ازم سے مختلف ہے ؟اسلام کے سیاسی نظریے اور سیاسی نظام میں ایسی کون سی خصوصیات ہیں کہ جو فیوڈل ازم (جاگیردارانہ نظام) میں نہیں؟عصرِ حاضر میں فیوڈل ازم (جاگیردارانہ نظام) کے حوالے سے ایک غلط من گھڑت تصور بہت پھیلا ہوا ہے اور مزید پھیلا یا جارہا ہے کہ اسلام جا گیردارانہ نظام کی اجازت دیتا ہے۔ یعنی دوسرے لفظوں میں یہ کہ اسلام میں اقطاع کی اجازت ہے وغیرہ وغیرہ۔

تو واضح رہے کہ یورپ کے جاگیردارانہ نظام کا اقطاع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔جب یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام میں اقطاع کی اجازت ہے تو اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ یورپ کا جاگیردارانہ نظام جائز ہے۔ اقطاع ایک الگ چیز ہے جبکہ یورپ کا جاگیردارانہ نظام ایک دوسری چیز۔

اقطاع کی اجازت حضور اکرم ﷺ کے وقت سے ہے۔ یہ آپ ﷺ نے خود فرمایا متعدد صحابہ کرام کو جاگیریں عطا فرمائیں۔ جیسے آپ ﷺ نے صدیق اکبرؓ اسی طرح فاروق اعظمؓ و امیر معاویہؓ اور متعدد صحابہ کرام کو جاگیریں دیں۔ [۳۵] لیکن اوّل تو جاگیریں دینے کا مقصد یہ نہ تھا کہ جو یورپ کے جاگیردارانہ نظام کا تھا، بلکہ ان کا مقصد مجموعی ریاست کے مفاد کو مدّ نظر رکھنا تھا۔ جیسے کہ جو زمینیں بنجر پڑی تھیں اُنہیں لوگوں کے ذریعے آباد کیا جائے۔ چنانچہ جو بنجر زمینیں جاگیر کے طور پر دی جاتی تھیں تو یہ شرط

ہوتی تھی کہ وہ شخص اِسے تین سال کے اندر اندر آباد کرے۔ بصورتِ دیگر ایسا نہ کرنے سے وہ زمین واپس لے لی جائیگی۔ [۳۶] اب اگر کوئی شخص تین سالوں کے اندر اندر زمین آباد نہ کر پاتا تو اس سے وہ زمین واپس لے لی جاتی تھی۔

اسی طرح بعض اوقات یہ زمینیں غریبوں کو بطورِ امداد کے طور پر دی جاتی تھیں۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ زمین دینے پر جو بھی شرائط ہوتی تھیں وہ شرعی اعتبار سے ہوتی تھیں۔ یعنی زمین کے اوپر جو واجبات ہوتے تھے وہ شرعاً متعین تھے۔ یا تو عشر یا پھر خراج [۳۷] یہ متعین تھے اس میں تبدیلی کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ چاہے وہ جاگیردار ہو، چاہے زمیندار ہو، یا چاہے کوئی بھی ہو۔ بہر حال تبدیلی کسی صورت بھی ممکن نہ تھی۔

جب ہی یہ بات بڑے بے باک طریقے سے کی جاتی ہے کہ اقطاع کا جاگیردارانہ نظام سے کوئی تعلق تو کیا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے' اور اگر اسلام کے اقطاع پر عمل کیا جائے تو جو خرابیاں یورپ کے جاگیردارانہ نظام میں ہوئیں وہ یہاں پیدا ہونے کا کوئی تصور ہی نہیں۔ غرض عصرِ حاضر میں جس طرح تھیوکریسی (Theocracy) کا عیسائی مفہوم بیان کرکے اسلامی حکومت کے بارے میں عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں' بلکل اسی طرح جاگیردارانہ نظام کا لفظ بھی ہمارے یہاں بہت کثرت سے استعمال کیا جارہا ہے۔ اور بعض اوقات اُسے کاشت کاری کے اس نظام پر چسپاں کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ جس کی اسلام میں اجازت ہے۔

یورپ کا جاگیردارانہ نظام ہو یا اس کے علاوہ دوسرے ممالک کا۔ اس نظام (فیوڈل ازم) کی خرابیاں بالکل ظاہر ہیں جیسے جاگیردار اپنے ماتحت و نچلے لوگوں کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کرتا تھا۔ جب کہ اسلامی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں یا عہدِ صحابہؓ میں جب کسی کو جاگیریں دی جاتیں تو اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک و بہتری کا معاملہ کیا جاتا تھا۔

اسی طرح مختلف ممالک میں جب اس نظام (جاگیردارانہ) کا عروج تھا تو یہ عروج اتنی بلندیوں پر پہنچا ہوا تھا کہ سیاسی اختیارات پر ان جاگیرداروں کی گرفت بہت مضبوط تھی دوسرے لفظوں میں یہ کہ ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہو سکتا تھا۔ جب کہ اس کے بر خلاف اسلامی تاریخ ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ جب بھی عہدِ نبوی ﷺ یا عہدِ صحابہؓ میں کسی کو جاگیریں دی گئیں تو ان جاگیریں دینے کا مقصد یہ نہیں رہا کہ رعایا پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا جائے، یا ان کو غلام بنالیا جائے، یا ان پر اپنی مرضی کو مسلط کیا جائے۔ اسی طرح جاگیردارانہ نظام میں جاگیردار جو ٹیکس لگاتا اپنے محکومین پر یا جو شرائط عائد کرتا وہ ان محکومین کو

ماننی پڑتی (واضح رہے کہ ان شرائط میں سے اکثر شرائط بلکل خلافِ شرع ہوا کرتی تھیں)۔جب کہ اس کے برخلاف اسلام کی تعلیمات یہ ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ صحابہؓ میں جب کسی کو کوئی جاگیر دی گئیں تو اس پر جو بھی شرائط رکھی گئیں وہ شرعی اعتبار سے رکھی گئیں۔ یعنی عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ صحابہؓ میں جو بھی زمین کے اوپر واجبات ہوتے تھے وہ شرعاً متعین ہوتے تھے یا تو عشر یا پھر خراج۔ یہ متعین تھے اور اس میں کوئی تبدیلی نہ کرسکتا تھا۔ چاہے وہ جاگیردار ہو یا زمیندار ہو یا چاہے کوئی بھی ہو بہر حال تبدیلی کسی صورت بھی ممکن نہ تھی۔

اسی طرح یورپ اور دوسرے ممالک کے فیوڈل ازم (جاگیردارانہ نظام) میں جاگیریں دینے کا مقصد یہی ہوا کرتا تھا کہ ان سے خراج حاصل کیا جائے، ان پر اپنی دھونس جمائی جائے، ان پر ضرورت سے زیادہ ٹیکس لگایا جائے، ان پر اپنا تسلط برقرار رکھا جائے اور ان پر اپنی گرفت کو مضبوط کیا جائے۔جب کہ اس کے برخلاف عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ صحابہؓ میں جاگیریں دینے کا مقصد یہ نہ تھا کہ جو یورپ اور دوسرے ممالک کا تھا۔ بلکہ جاگیریں دینے کا مقصد مجموعی ریاست کے مفاد کو مدّ نظر رکھنا تھا۔ جیسے مثال کے طور پر عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ صحابہؓ میں جو زمینیں بنجر پڑی تھیں ان بنجر زمینوں کو بطورِ جاگیر دیا گیا تاکہ لوگوں کے ذریعے ان بنجر زمینوں کو آباد کیا جاسکے۔ [۳۸] چنانچہ یہ بنجر زمینیں جب کسی شخص کو بطور جاگیر دی جاتی تو یہ شرط ہوتی کہ وہ شخص اس زمین کو تین سال کے اندر اندر آباد کریگا۔

اسی طرح عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ صحابہؓ میں یہ جاگیریں غریبوں کو بطورِ امداد کے طور پر بھی دی گئیں اور زمین دینے پر جو بھی شرائط رکھی گئیں وہ شرعی اعتبار سے رکھی گئیں۔جب کہ یورپ یا دوسرے ممالک کے فیوڈل نظام میں غریبوں کو بطور امداد جاگیریں دینے کا کوئی تصور ہی نہیں۔ غرض ان بنیادی فرق کو دیکھتے ہوئے ہم یہ باآسانی کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کا اقطاع ارض یورپی اور دوسرے ممالک کے فیوڈل نظام سے بہت مختلف ہے۔ اسلام کے اقطاع میں جو افادیات ہیں وہ یورپی اور دوسرے ممالک کے فیوڈل نظام میں نہیں ہے۔جب ہی یہ بات بڑے بے باک طریقے سے کی جاتی ہے کہ اقطاع کا جاگیردارانہ نظام سے کوئی تعلق تو کیا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اور اگر اسلام کے اقطاع پر عمل کیا جائے تو جو خرابیاں یورپ اور دوسرے ممالک کے جاگیردارانہ نظام میں ہوئیں وہ یہاں پیدا ہونے کا کوئی تصور، کوئی امکان نہیں۔

حوالہ جات:

(۱) مبارک، علی ڈاکٹر، جاگیر داری اور جاگیر دارانہ کلچر، لاہور مشعل بکس ۱۹۹۶ص ۱۵

(۲) عثمانی، محمد تقی مفتی، اسلام اور سیاسی نظریات، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، ۱۴۳۱ھ، ص ۶۲

(۳) ایضاً، ص ۶۴

(۴) ایضاً، ص ۶۷

(۵) ایضاً، ص ۶۸

(۶) ایضاً مبارک، علی ڈاکٹر، جاگیر داری اور جاگیر دارانہ کلچر، ص ۵۱

(۷) رومیلا تھاپر، Ancient Indian Social History: Orient Longman Delhi, 1978, P.43.

(۸) ارتھ شاستر،، صفحہ نمبر) ۲۲۳)، مکتبہ چراغ راہ کراچی، ۱۹۹۱ء۔ صفحہ نمبر ۲۲۳

(۹) مبارک، علی ڈاکٹر، جاگیر داری اور جاگیر دارانہ کلچر، ص، ۵۲

(۱۰) ایضاً، ص، ۵۲

(۱۱) ایضاً، ص ۵۴

(۱۲) ایضاً، ص ۹۶

(۱۳) A.R. Desai: Social Background of Indian Nationalism Bombay, 1948.P.37.

(۱۴) مبارک، علی ڈاکٹر، جاگیر داری اور جاگیر دارانہ کلچر، ص، ۹۸

(۱۵) ایضاً، ص، ۶۴

(۱۶) ایضاً، ص، ۵۷

(۱۷) ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۶۹ء۔ ص ۱۰۵۔ ۱۰۴

(۱۸) ایضاً، ص، ۱۴۲ ؛

(۱۹) ایضاً، ص، ۴۱۶

(۲۰) ایضاً، ص، ۴۲۳

(۲۱) ایضاً، ص، ۶۲۸

(۲۲) مبارک، علی ڈاکٹر، جاگیر داری اور جاگیر دارانہ کلچر، ص، ۶۴

(۲۳) John F. Richards: The New Cambridge History of India The Mughal Empire, Cambridge, 1993, P.18.

(۲۴) مبارک، علی ڈاکٹر، جاگیر داری اور جاگیر دارانہ کلچر، ص، ۵۵

(۲۵)　ایضاً، ص،۳۷

(۲۶)　ایضاً، ص،۳۸

(۲۷)　ایضاً، ص۳۹

(۲۸)　ایضاً، ص۳۹

(۲۹).　G.M Trevelyan: English Social History, Longman London,1962 P.307

(۳۰)　G.M Trevelyan: English Social History, Longman London,1962 P.308.

(۳۱)　Well dewrant,The Age of Nepolean , New York, 1973, P.22

(۳۲)　ایضاً، صفحہ نمبر)۲۳)۔

(۳۳)　J.J Sheehan: Genman History,)1770-1866)Oxford Elarendon 1989, P.295.

(۳۴)　J.J Sheehan: Genman History,)1770-1866)Oxford Elarendon 1989, P.300.

(۳۵)　ثمانی، ایضاً، ص۶۸

(۳۶)　ایضاً، ص۶۹

(۳۷)　ایضاً، ص۷۰

(۳۸)　ایضاً، ص۶۹